قاری محمد عادل خان

شارح مسلم امام مازری

نام و نسب

محمد نام، ابو عبداللہ کنیت اور نسب نامہ یہ ہے، محمد بن علی بن ابراہیم بن عمر بن محمد تمیمی مازری مالکی۔ امام مازری کے نام سے اہلِ علم میں مشہور ہیں۔[1]

وطن

جزیرہ صقلیہ کے مشہور شہر مازر میں ۴۵۳ھ میں پیدا ہوئے۔ مازر کے بارے میں ادریسی لکھتے ہیں، کہ وہ یہ اپنی خوبصورتی میں تمام شہروں پر فائق تھا، امرا کے عالیشان محل اسلامی طرزِ تعمیر کا نمونہ تھے، شہر کی آبادی خوبصورتی سے بسائی گئی تھی۔ جا بجا باغ لگے ہوئے تھے، پھولوں کی تختہ بندیاں تھیں، سڑکیں صاف اور کشادہ تھیں آبادی میں مہمان سرائے، حمام اور ہوٹل قائم تھے۔ یہاں کی تجارت کو بھی فروغ حاصل تھا۔ یہ تجارتی حیثیت سے افریقہ اور صقلیہ کا نقطۂ اتصال تھا۔ کشتیاں ایک دریا سے گزر کر اس کی شہر پناہ کی بنیادوں سے ٹکراتی تھیں۔ اہلِ علم کی ایک بڑی جماعت اس خاک سے اٹھی اور اسی میں سما گئی۔ یہاں کے اہلِ علم میں امام مازری کو لازوال شہرت نصیب ہوئی جن کا شمار علم حدیث کے اساطین میں ہے"۔[2]

تعلیم و تربیت

امام نے یہیں اپنی ابتدائی تعلیم مکمل کی۔ مزید تعلیم کے لیے مہدیہ گئے۔ مہدیہ میں رہ کر ابو محمد بن عبدالحمید سوسی اور عبداللہ بن اسماعیل لخمی جیسے اکابرین سے اس قدر محنت سے علم حاصل کیا کہ اپنے

---

[1] بحوالہ عمر رضا، معجم المولفین، ج ۱۰، ص ۳۲ [2] ادریس، نزہۃ المشتاق، ص ۳۱

زمانے کے محدث، حافظ، فقیہ، اصولی، متکلم اور ادیب کہلاتے ہیں[۳]

علوم میں ایسا امتیاز حاصل کیا کہ رفتہ رفتہ اقلیم مغرب میں اپنے وقت کے سب سے بڑے استاد مانے گئے۔ ابن خلکان امام کے بارے میں لکھتا ہے:

یہ ان اکابر میں سے ہیں، جن کی طرف حدیث کے حافظ اور علم کلام میں ماہر ہونے کی وجہ سے انگلیاں اٹھتی تھیں۔ وہ ارباب فضل میں سے تھے، مختلف علوم میں دستگاہ رکھتے تھے[۴]

صاحب دیباج المذاہب ابن فرحون کا کہنا ہے:

وہ باشندگان افریقہ و ماورائے مغرب کے (امام ہیں) "امام" موصوف رحمۃ اللہ علیہ کا لقب ہو گیا تھا۔ وہ اس لقب "امام مازری" کے بغیر پہچانے ہی نہ جاتے تھے۔[۵]

عفیف الدین یافعی یمنی انھیں اس طرح خراج عقیدت پیش کرتا ہے:

"امام یکے از علمائے اعلام فقیہ، محدث، اصولی، ادیب محمد بن علی تیمی مازری"[۶]

تلامذہ

اگر اس عہد کے افریقہ اور اندلس کے علما کے تراجم پر سرسری نظر ڈالی جائے تو امام مازری کے تلامذہ کی ایک طویل فہرست بن سکتی ہے۔ لیکن ذیل میں ان چند تلامذہ کا نام درج کیا جاتا ہے جو بہت مشہور ہیں

۱۔ محمد بن تومرت مہدی - یہ افریقہ کے ذی علم لوگوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ اس نے بعد میں مہدیت کا دعویٰ کیا اور سلطنت موحدیہ کی عظیم الشان حکومت کی بنیاد ڈالی[۷]

---

[۳] کحالہ، عمر رضا، معجم المولفین جز ۱۰، ص ۳۲ [۴] ابن خلکان وفیات الاعیان، جز ۴، ص ۲۸۵

[۵] ابن فرحون، دیباج المذاہب۔

[۶] ریاست علی ندوی، تاریخ صقلیہ

[۷] زرکشی، تاریخ الدولتین الموحدیہ والحفصیہ، ص ۵۲۲

۱۔ قاضی ابوالفضل عیاض صاحب شفا کو امام مازری سے روایت بالاجازہ کا شرف حاصل ہے۔

۲۔ ابن الفرس غرناطی، ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحیم انصاری متوفی ۵۶۹ھ۔ ان کا شمار محدثین کے حفاظ میں ہوتا ہے۔

۳۔ قاضی ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن سعادہ متوفی ۵۶۵ھ صاحب الکتاب "شجرۃ الوہم المترقیۃ الی ذروۃ الفہم"۔ یہ حدیث، فقہ، کلام اور تصوف میں درک رکھتے تھے۔ انھوں نے امام سے کتاب المعلم سبقاً سبقاً پڑھی ہے [۸]۔

۵۔ ابوطاہر بن دمنہ بھی امام مازری کے مشہور تلامذہ میں شمار کیے جاتے ہیں

اخلاق و عادات

امام مازری ایک طرف تبحر علمی میں یکتائے روزگار تھے، دوسری طرف بڑے زندہ دل، خوش مزاج اور خوش باش تھے۔ تلامذہ و احباب سے حسن اخلاق سے پیش آتے۔ بڑی شیریں بیانی سے گفتگو کرتے اور حسب موقع برمحل اشعار پڑھتے۔

وفات و مدفن

امام مازری مہدیہ ہی میں تھے کہ ۸۳ سال کی عمر میں دوشنبہ کے دن ۸ ربیع الاول اور دوسری روایت کے مطابق ۲ ربیع الاول کو ۵۳۶ھ میں انتقال کیا [۹]۔ محمد بن قاسم نودی صاحب کتاب سمط اللآلی میں ہے کہ ایک قصبہ منستیر میں جو مہدیہ اور سوسہ کے درمیان واقع ہے، لب ساحل مدفون ہیں۔ قبر پر ایک گنبد تعمیر کیا گیا تھا جو آج تک اچھے حال میں موجود ہے۔ ٹیونس کے ایک صاحب علم شیخ حسن حسنی عبدالوہاب نے اس مقبرہ کا نقشہ "مجموعہ مضامین یادگار صد سالہ امازری" میں شائع کرایا ہے [۱۰]۔

۸ؐ ریاست علی ندوی، تاریخ صقلیہ، ج ۲، ص ۲۳۴

۹ؐ ابن خلکان، وفیات الاعیان جزء ثالث، ص ۴۱۳

۱۰ؐ ریاست علی ندوی، تاریخ صقلیہ، ج ۲، ص ۳۴۳

تالیفات

امام مازری نے حدیث، فقہ، علم الکلام اور طب میں کئی تصانیف اپنی یادگار چھوڑی ہیں۔

از کتاب المعلم بفوائد کتاب مسلم"۔ علم حدیث میں امام کی پہلی تصنیف اور صحیح مسلم کی سب سے پہلی شرح ہے۔ امام مازری سے پہلے صحیح مسلم پر جس قدر کتابیں لکھی گئیں تھیں وہ مسلم پر استدراک کی حیثیت رکھتی تھیں۔ بعض لوگوں نے ان کتابوں میں ایسی حدیثیں جمع کر دی تھیں جو اگرچہ امام مسلم کی ان شروط کے مطابق تھیں جو انھوں نے صحیح حدیثوں کی پہچان کے لیے قائم کی تھیں۔ مگر اس کے باوجود وہ احادیث صحیح مسلم میں موجود نہ تھیں۔ اس لیئے ان کتابوں کے ذریعہ سے صحیح مسلم کی حدیثوں پر متن اور سندوں کے لحاظ سے اضافہ کیا گیا۔ ورنہ فی الحقیقت امام مازری سے قبل کسی نے بھی شارح مسلم کی حیثیت سے قلم نہیں اٹھایا۔

کتاب المعلم دراصل ان لیکچروں کا مجموعہ ہے جو امام مازری نے اپنے شاگردوں کو مسلم کے درس میں املا کرائے تھے۔ چنانچہ امام نے عبید اللہ بن عبد اللہ معافری سے اس کی تالیف کا سبب خود بیان کیا ہے۔ معافری کہتے ہیں:

(امام مازری سے) ان کی کتاب المعلم بفوائد مسلم کا ذکر آیا (تو انھوں نے کہا کہ) میں نے اس کی تالیف کا قصد نہیں کیا تھا۔ اس کے تالیف ہونے کا سبب یہ ہوا کہ ماہ رمضان میں مجھ سے کتاب مسلم پڑھی گئی۔ میں نے اس کی چند باریکیاں بیان کیں۔ جب ہم لوگ درس سے فارغ ہوئے تو تلامذہ نے اس مسودہ کو میرے سامنے رکھا جو میں نے ان کو املا کرایا تھا۔ چنانچہ میں نے اسی مسودہ پر نظر ثانی کی اور اس کو ترتیب دے دیا۔ یہی اس کتاب کے مدون ہونے کا سبب ہے [۱۱]

ایک قدیم نسخہ اور چند اہم شرطیں

کتاب المعلم کے صرف ایک قلمی نسخے کا پتہ چلا ہے جو تاریخ کتابت کے لحاظ سے بہت قدیم

---

[۱۱] کتاب التکملہ لکتاب الصلہ ابن آبار، ج ۱، ص ۵۳۸، بحوالہ تاریخ صقلیہ

ہے یعنی مصنف کی وفات کے صرف چھیالیس برس بعد ۵۸۲ھ کا لکھا ہوا ہے۔ یہ نسخہ مصر کے کتب خانہ خدیویہ میں محفوظ ہے۔ فہرست میں اس نسخے کے حسب ذیل حالات ہیں۔

"(المعلم بفوائد مسلم)۔ یہ امام ابو الحسین مسلم بن حجاج کی صحیح کی شرح ہے جو ابو عبداللہ محمد بن علی ابن عمر بن محمد تمیمی مازری مالکی معروف بہ امام متوفی بہ مہدیہ بتاریخ ۱۸ ربیع الاول ۵۳۸ھ (۵۳۶) کی تالیف ہے۔ ان کی عمر ۸۳ سال کی تھی۔"

یہ نسخہ ایک جلد میں ہے، اس کے شروع کے چند اوراق غائب ہیں۔ اس کا پہلا ورق کتاب الایمان سے چند ورق پہلے کا ہے۔ خط بہت قدیم ہے، کاتب کا نام علی بن احمد بن ہبۃ اللہ اور کتابت کے خاتمے کی تاریخ یوم سہ شنبہ ۱۲ ربیع الاول ۵۸۲ھ ہے۔ اوراق کی تعداد ۲۴۶ ہے [۱۲]

یہاں المعلم کی چند اہم شرحوں کا ذکر کرنا مناسب ہوگا۔

۱۔ اکمال المعلم بفوائد مسلم۔ جب المعلم مدون ہوکر شائع ہوئی تو اہل علم نے اس کی بڑی قدردانی کی۔ قاضی عیاض صاحب شفا متوفی ۵۴۴ھ نے امام مازری سے اس کی روایت بالاجازت کی سند منگائی اور اسے سامنے رکھ کر مسلم اور معلم پر اپنے حواشی چڑھائے جن کی حیثیت المعلم کے تکملہ کی تھی۔ چنانچہ انھوں نے اپنی تالیف کو اکمال المعلم بفوائد مسلم کے نام سے موسوم کیا۔ اس کے چند نسخے کتب خانہ خدیویہ مصر میں محفوظ ہیں۔

۲۔ شرح ابو الفرج عیسٰی ابن مسعود زواوی متوفی ۷۴۳-۴۴ھ۔ ابو الفرج نے مازری کی معلم، عیاض کی اکمال اور مسلم کی دو اور شرحوں کو سامنے رکھ کر ایک بسیط شرح لکھی۔ اس کا نسخہ بھی کتب خانہ خدیویہ میں موجود ہے [۱۳]

۳۔ ابو عبداللہ محمد بن خلیفہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۷-۲۸ھ نے قاضی عیاض کی اکمال پر اضافہ کیا اور اسے اکمال المعلم بفوائد مسلم سے موسوم کیا۔ اس میں انھوں نے مازری، عیاض، قرطبی اور نووی

---

۱۲ فہرست کتب خانہ خدیویہ، ج ۱، ص ۲۲۶، ۲۲۷

۱۳ ایضاً، ص ۲۷۰

کی شروح کو جمع کر کے اپنے استاذ ابن عرفہ کے املا کرائے ہوئے حواشی بڑھائے۔ اس کا ایک مطبوعہ نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد (بھارت) میں موجود ہے۔ سنہ طباعت ۱۳۲۷ھ ہے[14]

۴۔ ابو عبد اللہ محمد بن ابراہیم بن محمد البقوری متوفی ۷۰۷ھ نے بھی قاضی عیاض کی اکمال پر ایک شرح لکھی[15] جس کا نام اکمال الاکمال ہے۔

۵۔ مکمل اکمال الاکمال۔ ابو عبد اللہ محمد بن یوسف سنوسی متوفی ۸۹۵ھ نے ابی کی اکمال اکمال المعلم پر ایک نئی شرح لکھی، گویا یہ المعلم کی چوتھی شرح ہے

المعلم سے چند اقتباسات

ڈاکٹر کریفن نے ایک طویل مضمون "مجموعہ مضامین بیادگار صد سالہ اماری" میں امام مازری کی المعلم اور قاضی عیاض کی اکمال کا تذکرہ کیا ہے۔ انھوں نے کتب خانہ خدیویہ کے ان نسخوں کو بھی دیکھا ہے اور کئی ایک اقتباسات نقل کیے ہیں، جن میں سے چند ہم یہاں نقل کرتے ہیں جو کئی ایک اہم ترین مسائل پر محتوی ہیں۔

کتاب المعلم کے مقدمے میں امام مازری، امام مسلم اور صحیح مسلم کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار یوں کرتے ہیں:

"کتاب مسلم" کتب حدیث میں سب سے صحیح ترین کتاب ہے، اس کے مؤلف کا بیان ہے کہ میں نے اسے تقریباً تین لاکھ احادیث میں سے منتخب کیا ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں اس نیلگوں آسمان کے سائے تلے اس سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں یعنی کتب حدیث میں اس سے زیادہ کوئی کتاب معتبر نہیں اور امام مسلم امام بخاری کے ہم جلیسوں میں سے تھے۔ جب امام بخاری نیشاپور پہنچے اور اس مشہور مسئلہ میں آزمائش میں ڈال دیے گئے تو ان کے تمام ساتھی سوائے امام مسلم کے علیحدہ ہو گئے۔ امام مسلم برابر ان کے ساتھ

---

[14] فہرست کتب خانہ آصفیہ سرکار عالی، ج ۳، ص ۲۵۸

[15] ابن فرحون، دیباج المذہب، ص ۲۴۳

ہے - امام مسلم نے ۲۶۱ھ میں رجب کے آخری عشرہ میں وفات پائی۔"

حقیقت کذب اور اس حدیث کے بارے میں بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "من کذب علی متعمدا ..... الخ

"اشاعرہ کے نزدیک کذب نام ہے، اس خبر کا دینا جو واقعۃً صحیح نہ ہو، ان کے نزدیک کذب کی یہی تعریف ہے - وہ لوگ کذب کے لیے "عمد" یعنی واقعتاً جان بوجھ کر جھوٹ بولنے کی شرط نہیں لگاتے اور یہ معتزلہ کے مسلک کے خلاف ہے - کیونکہ وہ "عمد" کی شرط لگاتے ہیں اور معتزلہ کے نزدیک یہ حدیث حجت ہے - کیوں کہ اس میں دلیل ہے کہ جو شخص عمد کا مرتکب بھی نہ ہو اس پر بھی کذب کا اطلاق ہوتا ہے -

اور حدیث رسول اللہ میں ہے "وہ اپنا ٹھکانا دوزخ کو بنائے" اس کے متعلق ہروی کہتے ہیں کہ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، والذین تبوؤا الدار والایمان - یعنی انھوں نے اس کو گھر کے طور پر اختیار کیا - اور یہی معنی اس حدیث میں ہیں کہ "وہ اپنے آپ کو بمنزلۂ دوزخی کے سمجھ لے"

نقد رجال کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو :

امام کا قول ہے کہ مسلم نے یہ حدیث زہیر سے لی جنھوں نے سلسلہ بہ سلسلہ حرب، جریر، عمارہ، ابی زرعہ اور ابوہریرہ سے اس کو سنا . . . . الخ

اس میں ان کا یہ کہنا کہ ابو زرعہ کا نام عبد اللہ ہے اور یہی انھوں نے کتاب الطبقات میں بیان کیا ہے اور امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور امام مسلم نے اپنی کتاب الکنی میں ابوزرعہ کا نام ہرم لکھا ہے - لیکن یحییٰ بن معین کا بیان ان دونوں سے مختلف ہے - ان کے بیان کے مطابق ابوزرعہ ابن عمرو ہے اور ان کا اصل نام بھی عمرو ہے یعنی "عمرو بن عمرو" نسائی نے بھی اپنی تالیف الاسماء والکنی میں یہی ذکر کیا ہے اور ان کا یہ بیان کہ ابوزرعہ سے حسن نے روایت کی - تو یہ بخاری نے بھی کہا ہے لیکن ان دونوں کی اس میں بھی مخالفت کی گئی ہے - چنانچہ کہا جاتا ہے کہ جس شخص سے حسن روایت کرتا ہے، وہ دوسرا ہے جو ثابت بن قیس سے روایت کرتا ہے اس کا نام ہرم ہے - یہ بیان ابن المدینی کا ہے

اور اسی مسلک پر ابن الجارود بھی اپنی کتاب لکھی میں گئے ہیں اور پھر ابن الجارود نے ایک دوسری سند لکھی ہے جس میں ابو زرعہ بن عمرو بن جریر۔ ابوہریرہ سے روایت ہے۔ اور ابو زرعہ سے عمارہ بن قعقاع حریث عکلی اور ابو حیان تیمی نے روایت کی ہے اور نسائی نے بھی ابن جارود کی طرح یہ دونوں سلسلے درج کیے ہیں۔ اور ابن ہامان کی روایت میں جو ابو زرعہ کوفی اشجع سے روایت لکھتے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ نہیں معلوم اشجع سے روایت کیوں کر لے سکتے ہیں کیوں کہ اسناد میں جو ابو زرعہ ہیں۔ وہ ابن عمرو بن جریر بن عبد اللہ بجلی ہیں اور اشجع اور بجلی دونوں باہم مجتمع نہیں ہو سکتے کیوں کہ کوئی دوسرا شخص اس سے مراد نہ لیا جائے گا۔

مومن فاسق کے جنت میں داخل ہونے کی تحقیق یوں فرماتی ہے۔

قولہ جو شخص مرا اور وہ جانتا ہے کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں، تو وہ جنت میں داخل ہوا۔ قول امام "کلمہ گو مسلمانوں میں سے جو شخص گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اس کے متعلق لوگوں میں اختلاف ہے۔ چنانچہ فرقہ مرجیہ کا کہنا ہے کہ "اسے معصیت کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی اگر اس کا ایمان سلامت ہے" اور خوارج کہتے ہیں "معصیت اس کو نقصان پہنچائے گی اور اپنے گناہوں کی وجہ سے وہ کافر ہو جائے گا" اور معتزلہ کا خیال ہے کہ "وہ گنہگار ہمیشہ دوزخ میں رہے گا اگر وہ بڑے گناہوں کا مرتکب ہوا ہو اور نہ اس کو مومن سے موصوف کہا جائے گا اور نہ اس کو کافر کہا جائے گا" بلکہ وہ "فاسق" کے نام سے موسوم ہوگا۔ اور اشاعرہ کا مسلک یہ ہے کہ "نہیں وہ مومن ہی رہے گا اگرچہ اس کی مغفرت نہ کی گئی ہو اور اس کو عذاب دیا جائے تو پھر ضروری ہے کہ وہ دوزخ سے نکال لیا جائے اور پھر جنت میں داخل کر دیا جائے۔ اور یہ حدیث خوارج اور معتزلہ کے خلاف حجت ہے۔ باقی رہے مرجیہ تو اگر اس حدیث کے ظاہر الفاظ سے وہ اپنے مسلک کی صحت پر دلیل لائیں تو ہم (اشاعرہ) کہیں گے کہ اس حدیث کا مطلب یوں ہوگا کہ یا تو اس کی مغفرت کی جائے گی۔ (سرے سے وہ دوزخ میں جائے گا ہی نہیں) یا پھر وہ دوزخ سے بذریعہ سفارش نکال لیا جائے گا اور پھر جنت میں داخل کیا جائے گا تو اس صورت میں جملہ "جنت میں داخل ہوا" کے معنی یہ ہوئے کہ وہ جنت میں اپنی سزا جزا کے بعد

سمجھا جائے گا اور اس طرح اس حدیث کی تاویل ضروری ہے۔ کیونکہ بعض بڑے گناہوں کے ارتکاب کرنے والوں کے لیے سخت عذاب کی روایتیں بھی ہیں اس لیے اس حدیث کی تاویل اس طرح ضروری ہے جس طرح ہم لوگ کہتے ہیں تاکہ شریعت کے ظاہری احکام و روایات ایک دوسرے سے مخالف نہ ہوں۔

۲۔ تعلیقات بر روایات جوزقی: علم حدیث میں امام کی ایک اور بلند پایہ تصنیف ہے۔ یہ ایک مختصر رسالہ ہے۔ اس میں حافظ ابوبکر محمد بن عبد اللہ جوزقی متوفی ۳۸۸ھ کی روایتوں پر حواشی لکھے ہیں۔ جوزقی نیشاپور کے اکابر محدثین میں سے تھے۔ حاکم صاحب مستدرک وغیرہ ان کے تلامذہ میں تھے ان کی ایک کتاب المسند الصحیح ہے[۱۶] جس کا ذکر حاجی خلیفہ نے الجامع الصحیح مسلم کے تذکرہ میں کیا ہے۔ کیا عجب کہ امام مازری کے حواشی اسی کتاب پر ہوں۔

امام مازری کا دوسرا اہم موضوع جس پر انھوں نے قلم اٹھایا فقہ ہے۔ انھیں "امام" کا لقب ان کے تبحر علمی ہی کی وجہ سے دیا گیا تھا۔ ابن فرحون کہتا ہے "جو شیوخ افریقہ کی تحقیق و تدقیق، رتبہ و اجتہاد، دقت نظر اور اصول فقہ و علوم دین کے درس میں مشہور تھے، ان کا انہی پر خاتمہ ہوا، انھوں نے ان امور میں پیشوائی حاصل کی اور اپنے ہم عصروں پر سبقت لے گئے۔ ان کے زمانہ میں تمام روئے زمین پر مذہب مالکی میں ان سے زیادہ تفقہ رکھنے والا اور ان سے زیادہ مذہب سے آشنا کوئی دوسرا موجود نہ تھا[۱۷]

فقہ اور اصول فقہ میں امام کی تالیفات حسب ذیل ہیں:

۳۔ شرح کتاب التلقین: یہ قاضی ابو محمد عبد الوہاب بن علی بغدادی مالکی متوفی ۴۲۲ھ کی کتاب التلقین کی شرح ہے[۱۸]

۴۔ ایضاح المحصول من برہان الاصول: یہ امام الحرمین ابو المعالی جوینی متوفی ۴۷۸ھ کی مشہور کتاب البرہان فی اصول الفقہ کی مبسوط شرح ہے اور بعض مسائل میں امام الحرمین کی تنقید پر فقہ مالکی کا جواب نقد ہے[۱۹]

---

[۱۶] حاجی خلیفہ، کشف الظنون، ج ۱، ص ۵۵۷

[۱۷] ریاست علی ندوی، تاریخ صقلیہ، ج ۲، ۳۷۹ [۱۸] ایضاً [۱۹] ایضاً

امام الحرمین کی یہ تصنیف اس عہد کی اہم تصنیفات میں سمجھی جاتی ہے موصوف نے اسے فقہی مذاہب کے اجتماعی اختلافات سے بلند رہ کر تالیف کیا تھا۔ چنانچہ اسی لیے اس میں امام مالک اور امام اشعری پر بعض جگہ نکتہ چینیاں کی ہیں اور علامہ سبکی نے اس کو "معتزات شافعیہ" قرار دیا ہے اس لیے قدرتاً دوسرے حلقوں میں یہ کتاب دوسری نظر سے دیکھی گئی خصوصاً مالکیوں نے اس پر توجہ مبذول کی چنانچہ اشعری ہونے کی حیثیت میں ابو المظفر ابن سمعانی شافعی نے اس پر قلم اٹھایا، اور کتاب القواطع میں اس کتاب کے بعض امور کی تنقید اور تردید کی۔ مالکیوں کی ترجمانی امام مازری نے فرمائی اور اس کی شرح لکھنے کے ساتھ بعض مسائل میں امام الحرمین پر سخت نکتہ چینی فرمائی اور ان کے اعتراضات رد کر کے مالکیوں اور اشعریوں کے مسلک کے اثبات میں پوری کوشش کی۔ لیکن وہ اس کتاب کو مکمل نہ کر سکے۔ ان کے بعد ابوالحسن انباری نے اس کا جواب لکھا اور پھر ابو یحییٰ مالکی مغربی نے مازری اور انباری دونوں کی کتابیں جمع کر کے ایک مستقل تالیف تیار کی۔

ایضاح کا کوئی نسخہ آج تک دریافت نہ ہو سکا۔[۱۵۰]

۵۔ **مجموعہ فتاویٰ** ۔ مقری نے اپنی کتاب ازہار الریاض میں ان کے فتاویٰ کے ایک مجموعہ کا ذکر کیا ہے[۱۵۱]

۶۔ **تعلیقات بر مدونہ** : اس کا تذکرہ بھی ازہار الریاض میں آیا ہے۔

علم الکلام میں بھی امام مازری کی تالیفات موجود ہیں۔ امام چونکہ مسلک اشعری رکھتے تھے اور سرمو بھی اس سے تجاوز پسند نہ کرتے تھے۔ چنانچہ علم الکلام میں ان کے ہم عصر علما میں امام الحرمین اور امام غزالی کا نام آتا ہے۔

امام مازری نے اپنی کتاب ایضاح البرہان فی اصول الفقہ میں امام الحرمین پر ایسے موقعوں پر شدید نکتہ چینی کی ہے، جہاں اشاعرہ کے عمومی مسلک سے انحراف نظر آتا ہے مثلاً امام مازری نے کتاب البرہان

---

۱۵۰ ریاست علی ندوی، تاریخ صقلیہ، ج ۲، ص ۲۸۰ ۱۵۱ ایضاً

کی کسی عبارت سے یہ اخذ کیا کہ امام الحرمین ذاتِ باری تعالیٰ کے علم کے احاطے میں صرف کلیات کو داخل سمجھتے تھے اور اس سے باری تعالیٰ کے عالم بالجزئیات ہونے کی نفی لازم آتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ باری تعالیٰ کے احاطہ علم کے بارے میں فلاسفہ دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے ہیں۔ ایک جماعت باری تعالیٰ کے احاطہ علم کے اشیاء معلومات کا انکار کرتے کرتے اس حد تک جا پہنچی کہ نعوذ باللہ باری تعالیٰ خود اپنے وجود کا علم رکھنے سے قاصر ہو جاتا ہے لیکن دوسری طرف فلاسفہ کا ایک بڑا گروہ باری تعالیٰ کے احاطۂ علم میں سے صرف اشیائے غیر متناہی کو خارج تصور کرتا ہے، فلاسفہ کا یہی مسلک متکلمین اسلام کے زیرِ بحث آیا اور علم کلام میں اسے خاص اہمیت حاصل ہو گئی۔[۲۲] چنانچہ امام الحرمین نے اسی مسلک پر کتاب البرہان پر بحث کی ہے اور وہ عقل و نقل کی میزان سامنے رکھ کر جو کچھ کہہ سکتے تھے، اس کا خلاصہ سبکی نے طبقات الشافعیہ میں دیا ہے وہ یہ ہے:

حاصل کلام خداوند تعالیٰ کا علم جب غیر متناہی حقائق کے ساتھ متعلق ہوتا ہے تو اس کے متعلق ہونے کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ وہ کلیتہً وعموماً ان کے ساتھ متعلق ہوتا ہے۔ افراد کی تفصیل کے ساتھ اس کو کوئی غرض نہیں ہوتی۔ البتہ وہ انتہا کی نفی کرتا ہے کیونکہ جس اصول سے غیر متناہی خیر کا عالم وجود میں آنا محال ہے اسی حیثیت سے علم میں بھی غیر متناہی کا ثبوت محال ہے۔[۲۳]

علامہ سبکی کے بیان کے مطابق البرہان کی اسی عبارت پر امام مازری نے ایضاح میں شدید گرفت کی ہے لیکن سبکی نے امام مازری کی نکتہ چینی کے حدود، اسباب اور ان کے قائم کردہ دلائل پیش نہیں کیے جن سے ان کے دلائل و افکار کا صحیح اندازہ ہوتا بلکہ انھوں نے ایضاح سے محض چند ایسے اقتباسات درج کیے ہیں جن میں تند و تیز لہجہ میں امام الحرمین پر تنقید کی گئی ہے اور اس کے بعد امام الحرمین کی مختلف کتابوں سے ایسے اقتباسات پیش کیے ہیں جن سے باری تعالیٰ کے علمِ قدیم بالجزئیات کے متعلق، امام الحرمین کے عقیدہ کا ثبوت ملتا ہے۔ غرضیکہ باوجود پوری کوشش کے سبکی امام مازری کے نقد کو امام الحرمین کے دامن سے دھونے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

---

[۲۲] شرح مواقف، ج ۸، ص ۷۰، بحوالہ تاریخ صقلیہ   [۲۳] سبکی، طبقات الشافعیہ، ج ۳، ص ۲۴۶

امام مازری اور امام غزالی ۔ امام مازری نے علم الکلام میں جس طرح امام الحرمین کی گرفت کی ہے اسی طرح انھوں نے امام غزالی کی بھی گرفت کی۔ نیز انھوں نے امام غزالی کے بعض مسالک کی تردید بھی کی ہے مولانا شبلی نعمانی نے اپنی کتاب "الغزالی" میں امام غزالی کے بارے میں امام مازری کی رائے کی تلخیص پیش کی ہے لکھتے ہیں :

"غزالی کو فقہ میں اصولِ فقہ کی بہ نسبت زیادہ کمال ہے۔ علمِ کلام میں بھی ان کی تصنیفیں ہیں۔ لیکن اس فن میں ان کو کمال حاصل نہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے قبل اس کے کہ علمِ کلام میں مہارت حاصل ہو فلسفہ کی کتابیں دیکھیں، ان کا اثر یہ ہوا کہ فلسفہ کے خیالات ان پر اثر کر گئے ۔ مجھ کو یہ بھی اطلاع ملی ہے، کہ وہ اخوان الصفا کے رسائل کو اکثر مطالعہ میں رکھتے تھے ۔ ان رسالوں کا مصنف ایک فلسفی ہے جس نے فلسفہ کو مذہب میں ملانا چاہا اور اس پردے میں فلسفہ کی حمایت کی، اسی زمانہ میں بوعلی سینا پیدا ہوا جو فلسفہ کا امام تھا۔ اس نے چاہا کہ عقائدِ اسلام کو بالکل فلسفہ کے قالب میں ڈھال دے۔ چنانچہ اپنے زورِ قابلیت سے اس ارادے میں بہت کچھ کامیاب ہوا۔

مزید کہتے ہیں :

ا ۔ غزالی کے بہت سے مسائل بوعلی سینا ہی کے خیالات پر مبنی ہیں ۔

ب ۔ تصوف کے مسائل جو غزالی نے لکھے ہیں مجھ کو معلوم ہیں کہ اس فن میں ان کا ماخذ کیا ہے غالباً غالب ہے کہ ابو حیان التوحیدی کی کتاب ہوگی ۔

ج ۔ غزالی نے احیاء العلوم میں نہایت ضعیف اور موضوع حدیثیں نقل کی ہیں ۔

د ۔ غزالی جا بجا تصریح کرتے ہیں کہ بہت مسائل ایسے ہیں جن کو کتاب میں درج نہیں کرنا چاہیے ۔" لیکن اس کی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی ۔ وہ مسائل اگر غلط ہیں تو ضرور اس قابل ہیں لیکن اگر صحیح ہیں جیسا کہ غزالی کا خیال ہے تو کیوں نہ ظاہر کیے جائیں ؟[۲۴]

---

[۲۴] شبلی نعمانی ۔ الغزالی ، ص ۹ ، ۲۷ ۔ مطبوعہ لاہور ۔

علم الکلام کے ان دو ماہرین کے ساتھ امام مازری کا جو رویہ رہا اس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ امام مازری علم الکلام میں کس پایہ کے عالم تھے۔ چنانچہ علم الکلام میں ان کے آثار درج ذیل ہیں۔

۷۔ نظم الفرائد فی علم العقائد

۸۔ الکشف والانباء عن المترجم بالاحیاء

یہ رسالہ امام الحرمین کے شاگرد امام غزالیؒ کے رد میں لکھا گیا ہے[۲۶]

۹۔ کشف الغطا عن لمس الخطاء۔ غزالی کی رد میں۔

۱۰۔ النکتہ القطعیہ فی الرد علی الحاشویہ۔ یہ رسالہ بھی امام غزالی کے رد میں ہے[۲۷]

---

۲۶ ابن فرحون، دیباج المذاہب، ص ۲۸۰

۲۷ مقری نفح الطیب اردو ترجمہ

اسلام —— دینِ آسان

از مولانا محمد جعفر پھلواروی

جو لوگ اسلام کے احکام کو بہت دشوار اور ناممکن العمل سمجھتے ہیں انھیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہیے۔ حقیقت یہ ہے کہ دین کو ہماری تنگ نظری اور غلط فہمیوں نے دشوار بنا دیا ہے ورنہ حضور اکرمؐ کے فرمان کے مطابق دین آسان ہے۔ اس کتاب میں ایسے متعدد مسائل پر تفصیل سے عقلی روشنی ڈالی گئی ہے جو بہت اُلجھے ہوئے سمجھے جاتے ہیں۔

صفحات : ۳۶۸ قیمت : ۳/۵۰ روپے

ملنے کا پتہ : ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور